اُردُو

نمبر ۷۹	جولائی سنہ ۱۹۴۰	جلد ۲۰

انجمن ترقی اردو (ہند)

کا

سہ ماہی رسالہ

مقام اشاعت:— دہلی

رشید احمد ایم۔اے نے لطیفی پریس دهلی میں چهپوا کر
دفتر انجمن ترقی اردو (هند) دهلی سے شایع کیا۔

اُردو

جلد ۲۰ — جولائی سنہ ۱۹۴۰ — نمبر ۷۹

فہرستِ مضامین

نوٹ:— اپریل نمبر کی اشاعت میں جو تبصرے طبع نہ ہوسکے تھے وہ اب شایع کیے جارہے ہیں ۔ ناظرین گزشتہ نمبر سے صفحات کا سلسلہ ملالیں ۔

گجرات کا ایک قدیم شاعر

(قاضی محمود دریائی قدس سرہ)

(ایڈیٹر)

قاضی محمود بیرپور علاقۂ گجرات کے رہنے والے تھے۔ ان کے باپ اور دادا اولیائے کرام میں سے تھے۔ والد قاضی حمید عرف شاہ چالندہ حضرت شاہ عالم کے مرید تھے اور دادا قاضی محمد حضرت قطب العالم سید برہان الدین سے ارادت رکھتے تھے۔ ایک روایت ہے کہ قاضی محمود بچپن کے زمانے میں ایک بار اپنے والد کے ساتھ حضرت شاہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے لڑکے کو دیکھ کر فرمایا کہ "قاضی شملہ دراز دارد" یہ گویا اشارہ تھا اس بات کا کہ بڑا ہوکر یہ دنیا میں نام کرے گا اور اعلیٰ رتبہ کو پہنچے گا اور ایسا ہی ہوا۔

قاضی صاحب نے علم باطنی اپنے والد سے حاصل کیا اور انہیں سے بیعت کی جیسا کہ ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے:

قاضی محمد تن پیر ہمارا بنوی محمود داس تمہارا

شاہ چاپاندھا پیاں لاکھ مناؤں یہ دکھ بھان ہمارا

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

قاضی محمد تن پیر سمرت چاپلندھا کے لاگوں پائے

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

قاضی محمد تن پیر مناؤں

شاہ چالندھا سیوت سکھ پاؤں

قاضی محمد تن چالندھا میرا

بہت بھروسہ ہے مجھ تیرا

صاحب تحفۃالکرام نے اس بیعت کا حال اس طرح بیان کیا ہے کہ وفات سے ایک روز قبل تمام امیدواران بیعت اور اپنے بیٹے قاضی محمود اور ان کے بیٹے کو بلا بھیجا۔ پہلے قاضی صاحب کے بیٹے کو مرید کیا اور بعد ازاں دوسرے لوگوں کو۔ سب سے آخر میں قاضی صاحب کو بیعت کی عزت بخشی اور خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ والد کی وفات کے بعد قاضی محمود ان کے جانشین ہوئے اور دم آخر تک خدمت خلق میں مشغول رہے۔

« دریائی » کا لقب ان کے نام کا جز ہوگیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ عالم آب کی خدمت بھی ان کے سپرد تھی اور جب لوگوں کی کشتیاں تلاطم میں آجاتیں اور تباہی کا خطرہ ہوتا تو وہ قاضی صاحب کی دھائی دیتے اور ساحل مراد پر پہنچ جاتے۔

قاضی صاحب نے اوائل عمر میں بڑی بڑی ریاضتیں کیں اور آبادی سے دور جنگلوں میں بسر کی۔ بعد ازاں احمدآباد میں چلے آئے۔ لیکن پھر سنہ ۹۲۰ھ میں اپنے وطن مالوف بیرپور چلے گئے اور ۶۷ سال کی عمر میں سنہ ۹۴۱ھ (سنہ ۱۵۳۴ع) میں انتقال فرمایا۔ اس حساب سے ان کی ولادت کا سنہ ۸۷۴ ہجری (سنہ ۱۴۶۹ع) ہوتا ہے۔

قاضی صاحب سماع کے بہت دلدادہ تھے۔ ان کا کلام اچھا خاصا ضخیم ہے اس سے بھی موسیقیت کا ذوق ظاہر ہوتا ہے۔ ہر نظم خاص خاص راگنیوں میں ہے۔ ان کے کلام میں اردو کی بالکل ابتدائی صورت نظر آتی ہے۔ یہ اس ہندی میں ہے جو شاہی فوجیں اور افسر اور مختلف پیشہ‌ور اپنے ساتھ دارالسلطنت سے مختلف صوبوں اور علاقوں میں لےکر گئے۔ اردو رفتہ رفتہ اسی طرح بنی جیسے کہ ہر زبان بنتی ہے لیکن اس کے بننے کی شان بالکل جدا تھی۔ پہلے یہ ہوا کہ مروجہ دیسی زبان فارسی حروف میں لکھی جانے لگی اسی کے ساتھ دیس والوں نے فارسی عربی لفظ بعض ضرورۃً اور بعض شوقیہ اس میں داخل کرنے شروع کیے۔ بعد ازاں شاعر اس میں نظمیں کہنے لگے۔ ہونے ہونے تحریر میں آنے لگی۔ پہلے نظم اور بعد ازاں نثر۔

اس کی ابتدا صوفیا نے کی ۔ ایک تو اس لیے کہ وہ سماع کے شائق تھے، دوسرے وہ اسے تلقین کا سب سے کارگر اور بہتر ذریعہ سمجھتے تھے کیوں کہ دوسری کوئی ایسی زبان نہ تھی جو ہر جگہ سمجھی جاسکے ۔ قاضی صاحب کا کلام ہندی میں ہے یعنی وہ ہندی جو دھلی کے علاقے میں مروج تھی ۔ بحریں بھی ہندی ہیں ۔ کہیں کہیں مقامی گجراتی اور عربی فارسی کے لفظ بھی آگئے ہیں ۔ عربی فارسی کے زیادہ تر وہی لفظ آئے ہیں جو ناگزیر ہیں یعنی تصوف کی اصطلاحات یا مذہبی لفظ اور اعلام ۔ ان کے علاوہ عام الفاظ بھی ہیں جیسے فرمان، قبولی، حاجت، دوستی، وقت وغیرہ۔

یہاں کلام کا کچھ نمونہ دیا جاتا ہے:

محمود کیری بنتی صاحب انتی مانیں نبی محمد کی دوستی را مکھ کا پایں

نس دن سیوا ھوں کروں ری او بھری سائیں کے دوار
تل تل تیرا سوزوں نساھوں تیرا جگ ھم پار اتار
نبی محمد مصطفیٰ ری ساچا کروا رسول
محمود بندا بینوی میری حاجت کرس قبول
ھوں ڈھونڈوں میرے اللہ کوں سیونکی میرے صاحب کوں
جاری بھوّر سنور بینی کیسی ایک تل آنکھ ملائی
بوجھت بوجھت ڈھونڈت ڈھونڈت میں اس کی سدھ پائی
پر محمود کی سوھی جانے جس ساھی بن بسیا
کی جانے یہ جیوڑا میرا کی وے میرا رسیا

کوئی مایلا مرم نہ بوجھے رے بات من کی کس نہ سوجھے رے
دکھ جیو کا کس کہوں اللہ دکھ بھریا سب کوئی رے
نر دوکھی جگ میں کو نہیں میں پرتھی پھر پھر جوئی رے
یوں مجھ پوچھیں سہیلیاں تجھ تن لوھو نہ ماس
چھاتی لاکھن میں گئی میرے سائیں کارن ایواس
ھیرے بھیتر دون جلے میرے سائیں بن کون بجھائے
والھا کوئی اکھے مجھ آوتا ھنس دیون نس بدھائے

ک حرف بھی منہ سے نہ نکالا ۔ اگرچہ یہ زبان بعض ھندو ارباب حکومت اور عہدہداروں کے ساتھ بھی پورب آئی اور ان کی سرپرستی میں بھی یہاں اسے نشو و نما ملی[1] مگر اس کے اصلی لانے اور پھیلانے والے مسلمان ھی تھے ۔ یہ لوگ اپنے مرکزوں' شہروں اور قصبوں حد یہ ہے کہ حقیر دیہاتوں اور قریوں میں بھی اسی زبان کے ساتھ گئے ۔ اسی کے سہارے نئے ھمسایوں سے بات چیت کی ۔ ادھر کے قدیم باشندوں نے نووارد مسلمانوں سے تعلقات قائم اور مستحکم رکھنے کے لیے اسے "مسلمانوں کی زبان" کی حیثیت سے سیکھا ۔ پھر اس کے فارسی رسم خط نے اس کو پورب میں اور بھی مسلمان زبان بنا دیا ۔ چناں‌چہ دیہاتی طبقے میں ناواقفیت کی وجہ سے اس کو ابھی تک "ترک بولی" یعنی مسلمانوں کی زبان کے نام سے پکارتے ہیں ۔ مگر لسانی نقطۂنظر سے یہ بات واقعہ اور حقیقت کے خلاف تھی کچھ دن کے رھنے سہنے میل جول کے بعد اجنبیت کا پردہ درمیان سے اٹھا' اپنائت اور رشتہ ناطہ کا حال کھلا تو خالہ‌زاد بہنیں آپس میں بغل‌گیر ھوئیں اور اسے اپنے سے زیادہ شائستہ اور سلیقہ‌مند پاکے خود کو کنیزیں اور اس کو مسندنشین بنایا ۔ مگر چونکہ اس کی تمام و اشاعت ایک ایسے مقام میں ھوئی تھی جہاں کی آب و ھوا پورے طور پر اس کے موافق نہ تھی اس لیے اس کے اصلی حد و خال میں بہت کچھ فرق پیدا ھوگیا ۔ مستقل بود و باش کی وجہ سے لب و لہجہ بدلا' طرز ادا اور تلفظ میں بھی مقامی اثرات نے نمایاں تغیر و تبدل کیے ۔ گو آمد و رفت اور نقل و حرکت کی سہولت نہ تھی مگر اس کے باوجود بھی لوگ اکا دکا گاھے ماھے اس طرف آتے جاتے ھی رھے ۔ اس قسم کے میل جول اور خلط ملط نے پورب کی شہری اردو کو تو کم از کم کسی حد تک سنبھال لیا مگر دیہاتی اور قصباتی رقبہ اس سے اکثر محروم رھا اور وھاں اردو موثر ھونے کی بجائے بڑی حد تک متاثر ھوتی رھی ۔ اس لیے آج خود پورب میں بھی شہری اور دیہاتی اردو میں فرق پایا جاتا ھے ۔

---

[1] راجہ شتاب رائے گورنر صوبہ بہار نے عظیم‌آباد پٹنہ کو اپنی سرپرستی اور علم دوستی کی وجہ سے اردو زبان و ادب کا تیسرا مرکز بنادیا تھا ۔ (م ۔ احمد)

بہار کے ٹھیٹھ دیہاتی محاوروں اور ضرب‌الامثال میں سے کچھ محاورے بہار سے باہر بھی ضرور رائج ہوں‌گے، اس بنا پر ممکن ہے بعض اصحاب میرے لفظ "ٹھیٹھ" کی تردید کریں اسی لیے میں نے صوبہ بہار سے ان دوسرے علاقوں سے کیا رشتہ اتحاد ہے، سطور بالا میں ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرے یہ کہ محاوروں اور ضرب‌الامثال میں بلحاظ زبان و تلفظ تذکیر و تانیث اور واحد و جمع کے اصولوں میں اردو کے عام قاعدے سے جو اختلاف نظر آئے اس سے اہل اردو کے کان کھڑے نہ ہوجائیں اس مدعا کو پیش‌نظر رکھ کے ہم نے ابتدا میں چند ایسی باتیں بیان کی ہیں جو اختلاف کو ظاہر کرنے میں مفید مطلب ہیں۔

یہ ضرب‌الامثال اور محاورے صوبہ بہار کے ایک گاؤں بچنہ ضلع مونگیر میں بیٹھ کر جمع کیے گئے ہیں۔ یہ مقام خاص مگہ (مگدھ) کے علاقہ میں واقع ہے۔ اس جوار میں بہار شریف اور شیخ‌پورہ قدیم تمدنی شہر ہیں۔ بارہ‌گانواں (سادات کے بارہ گاؤں ہیں جن کے الگ الگ نام ہیں) کے علاوہ دیسنہ، استھانواں، گیلانی، اوگانواں، باریدپور، رمضان پور، موہنی اور حسین‌آباد وغیرہ اس اطراف کے مشہور قصبے ہیں۔

دیہات کی سادہ اور پاکیزہ زندگی کا عکس ان ضرب‌الامثال میں پوری طرح موجود ہے۔ تہذیب و تمدن کے اعتبار سے دیہات شہروں کے مقابلے میں کم درجہ ہوتے ہیں اس لیے وہاں تہذیب کے نام سے تکلف، چونچلے اور ڈھکوسلے زندگی کے نمایاں پہلو نہیں ہوتے۔ شہروں میں جو چیزیں معیوب ہوتی ہیں وہاں ان سے عار نہیں ہوتا۔ چولھا چکّی، گھر گرہستی، ہل بیل، کھیت کھلیان، دیہاتی زندگی کے لوازمات ہوتے ہیں۔ کوسوں پیدل پھرنا، سیروں کھا اٹھنا، منوں اٹھانا، گھنٹوں محنت کرنا، لٹھ دھر اور کمر کس ہونا یہ محاسن ہیں اور یہاں کا معیار ان ہی صفات کا متقاضی ہے۔ یہاں لوگ نفاست سے زیادہ افراط پر مرتے ہیں۔ انھیں شائستہ اور مہذب مجلسوں کے مقابلہ میں من چلوں کے جھمگٹے زیادہ پُر لطف معلوم ہوتے ہیں۔ زندگی کے

شعبوں میں اب تک قدیم نظریے کار فرما ھیں ۔ راجہ پرجا، اپنا پرایا، دکھ سکھ دوست دشمن، پڑوسی ھمسایہ اور غربت امارت اپنے قدیم تصورات کے ساتھ ان کے دماغوں میں جاگزیں ھیں ۔ ان کی زبان محاورے، کہاوتیں، کہانیاں، کھیل اور پہیلیاں سب کو ان ھی باتوں کو پیش نظر رکھ کے مطالعہ کرنا چاھیے ۔ اگرچہ بعض مثلیں ایسی بھی ھیں جن میں دیہاتی اثر نہیں پایا جاتا وہ حقیقت میں ان دیہاتیوں اور دھقانیوں سے تعلق بھی نہیں رکھتیں بلکہ ان کا تعلق ایسے دیہاتیوں سے ھے جو شہروں سے دیہاتوں میں آبسے ھیں اور دیہاتی اثرات قبول کرنے کے باوجود بھی اپنی بعض شہری خصوصیات کو اب تک فراموش نہیں کرسکے ھیں ۔

اب میں وہ محاورات اور ضرب‌الامثال ھدیہ ناظرین کرتا ھوں ۔ بعض جگہ ٹھیٹھ بہاری زبان یا مقامی رنگ کا غلبہ مغائرت کا باعث ھوگا اس لیے ایسے تشریح طلب امور میں کچھ تفصیل سے کام لوں گا ۔

(۱) لاد دو لدا دو بہار کا رستہ بتادو ۔ بہار قصبہ بہار شریف ۔

یہ ایسے موقع پر بولتے جب کوئی شخص ضرورت سے زیادہ رعایتوں کا طالب ھوجائے اور دستگیری کی بجائے سرپرستی ھی کرنی پڑے ۔

(۲) بہار کا رستہ ویاؤ۔ بہار ۔ قصبہ بہار شریف، ویاؤ اسی کے مضافات میں ایک گاؤں ھے ۔ اس کا محل استعمال یہ ھے کہ جب کوئی شخص کسی خاص منزل پر پہنچنے کے لیے سیدھی اور آسان راہ چھوڑ کے بیکار گھوم پھیر کے بعد اسی مقام پر پہنچے ۔

(۳) بارہ دری کا حقّہ بہار شریف جیسا کہ میں پہلے عرض کرچکا ھوں اس علاقہ کا خاص تمدنی شہر ھے ۔ یہاں شرفا و رؤسا کے خاص خاص محلے ھیں ۔ بارہ دری بھی اسی شہر کا ایک مشہور و معروف محلہ ھے ۔ یہاں امرا و رؤسا کی مجلسیں اور محفلیں ھوتی تھیں ۔ آداب، تکلف اور وضعداری کے کیا کیا درجے طے نہ کیے گئے ھوں گے ۔ چنانچہ یہ ضرب‌المثل بھی اسی حقیقت کی آئینہ دار ھے ۔ یہاں کا حقہ تکلف کی انتہا کی وجہ سے کافی زحمت انتظار کے بعد کہیں محفل تک آتا تھا ۔

چنانچہ اب ہر کس و ناکس کے یہاں خاطر و تواضع کے موقع پر ہر اس چیز کے متعلق جس کے آنے میں کچھ دیر ہوجاتی ہے تو لوگ بے تکلفی سے کہہ اٹھتے ہیں کہ کہیں بارہ دری کا حقہ تو نہیں ہے ۔

(۴) گیا گذرا پھر بھی عظیم آباد ہے ۔ یہ ٹھیک ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جب اہل اردو ہاتھی آخر کتنا لٹےگا ' کہتے ہیں ۔ اہل علم پر خوب روشن ہے کہ اس شہر کی عظمت اور اہمیت کیا تھی جب یہ تہذیب و تمدن اور علم و ادب کا مخزن و مرکز تھا ۔ گو اس کے سبزہ زار پر اوس پڑچکی ہے مگر اس کے کھنڈر اس کی گذشتہ بہار کی یاد تازہ کردیتے ہیں ۔

(۵) پھر منڈلی بیل تلے ۔ یہ ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جب ایک دفعہ کسی کام میں کسی شخص کو تلخ تجربہ ہوچکا ہو اور پھر اسی کام کے لیے اسی شخص سے کہا جائے ۔ ایسی حالت میں اس غریب کا جواب اس مثل کے سوا اور کیا ہوگا ۔ یعنی ایک دفعہ جو بچاری منڈلی (وہ عورت جس کا سر منڈا ہوا ہو) بیل کے درخت کے تلے گئی تو کوّوں نے گھٹا گھٹایا سر دیکھ کر خوب خاطر و تواضع کی ۔ اس تجربہ کے بعد پھر بھلا وہ وہاں جانے کو کیسے راضی ہوسکتی ہے ۔

(۶) گڑ سے مرے تو زہر کیوں دیں ۔

(۷) اپنا دکھ پرایا چکھ ۔

(۸) یہ انگلی کاٹو تو اپنا گھاؤ وہ انگلی کاٹو تو اپنا گھاؤ ۔ یعنی راستے متعدد اور مختلف اختیار کیجیے ' صورتیں ہزار بدلیے مگر ہر حال میں نقصان اپنا ہی ہو رہا ہے ۔ انگلی دوسری کٹی زخم تو اپنا ہی رہا ۔

(۹) آنکھ ہی نہیں تو بھوں لے کے چاٹیں ۔ صاف سی بات ہے یعنی جب اہم چیز ہی نہیں تو پھر حقیر شے کی کیا قدر ۔

(۱۰) جھولی میں دام نہیں سرائے میں ڈیرہ ۔

(۱۱) بیاہی پریشان کنواری کو ارمان ۔ یہ آزمودہ کار کسی نو سیکھ کے نئے اور پہلے تجربہ کے شوق پر کہتا ہے ۔

(۱۲) کوڑھی ڈرائے تھوک سے۔ یہ واقعہ ہے کہ ایک اونچ اپاہج آدمی کے پاس اس سے بہتر حربہ اور کونسا ہوسکتا ہے جس سے کسی جابر کے تشدد کا مقابلہ کرے۔ برچھیوں کے سامنے بہادر سینہ تان سکتا ہے مگر کوڑھ کے مریض کے تھوک کے نزدیک کون آتا ہے۔ یہ اس وقت استعمال کرتے ہیں جب دو آدمیوں میں ہاتھا پائی کی ٹھہر جائے، ان میں سے ایک بزدلی کی وجہ سے مردانہ وار حملہ تو کجا اپنے بچاؤ کے لیے غلیظ، کیچڑ، کنکر، مٹی اور خاک دھول پھینکنا شروع کردے۔

(۱۳) اندھا تب پتیاے جب دونوں آنکھیں پائے۔

(۱۴) ہڑبڑی (جلد باز عورت) کا بیاہ کنپٹی میں سیندور۔ ٹھیک ہے جلدی کا کام شیطان کا۔ جہاں نظم، اطمینان اور جمعیت خاطر سے کام نہ ہوگا اس تقریب میں بد نظمی اور بے قاعدگی یقینی امر ہے۔ وہاں سیندور سے مانگ بھرنے کی بجائے اگر کنپٹی رنگ دی گئی تو شکایت کیسی، آخر یہ کسے معلوم ہوتا کہ بی ہڑبڑی (جلد باز عورت) کے یہاں کاج تھا۔

(۱۵) بڈھی بکری سیار سے ٹھٹھا۔ نوخیز، کم عمر پاٹھی ہوتی تو اس کا عشوہ و ناز اس کی جان کی محافظت کے لیے کافی ضمانت تھا، مگر معاملہ برعکس ہو اور ایک خراب و خستہ بڈھی بکری کا بھیانک اور گھنونا منظر سیار کے سامنے ہو تو بھلا اس کی دلبری، عشوہ گری اور ناز آفرینی اس کی جان کیا بچا سکتی ہے۔

(۱۶) طمع کا گھر خالی۔

(۱۷) سستا پچھتاوے بار بار مہنگا پچھتاوے ایک بار۔ ارزاں چیزوں کی علتیں کس کو نہیں معلوم اور گراں چیزوں کی حکمتوں کا کون معترف نہیں۔

(۱۸) خوان بڑا خوان پوش بڑا کھول کے دیکھو تو آدھا بڑا۔

(۱۹) شوقین بڑھیا چٹائی کا لہنگا۔ آخر بیچاری شوق کی ماری کیا کرے۔

(۲۰) کام میں کوڑھی نوالہ حاضر۔ ایسے بزرگ صفت ہر گھر میں ایک دو پڑے ہیں۔

(۲۱) شوق میں چور پیسے سے مجبور۔

(۲۲) پیسہ نہ کوڑی بیچ بزار (بازار) میں دوڑا دوڑی۔ اس سے فائدہ!

(۲۳) کانی گائے برہمن کو دان۔ چلو بلا ٹلی۔

(۲۴) چور کا منہ چاند ایسا۔ ملزم ہونے کے باوجود بھی اپنی ہی صفائی ہانکتا ہے۔

(۲۵) چور کا بھائی گرہ کٹ۔

(۲۶) مرے مردے پر مونگڑی کی مار۔ مسلمان اسی کو اس طرح کہتے ہیں مردے پر نو من مٹی۔

(۲۷) توکو (تجھ کو) نہ موکو (مجھ کو) چولھے میں جھونکو۔ عموماً بنائے فساد کو ختم کرتے وقت بھی استعمال کرتے ہیں۔

(۲۸) لال پیسہ تو نخرہ کیسا۔ جب دام کھرے ہیں تو پھر چوں و چرا کے کیا معنی۔

(۲۹) طعام آمد مکھیا برخاست۔ مکھیا مکھ (مکھد) کے علاقے کے باشندے۔ یہ ضرب المثل غالباً فارسی کے اس مقولہ "آب آمد تیمم برخاست" کے وزن پر وضع کیا گیا ہے۔ دیہات میں شرفا کے آباد ہوجانے کی وجہ سے شہریوں اور دیہاتیوں میں رشتہ ناطہ، عزیز داری اور قرابت مندی کافی ہوگئی ہے۔ اس لیے لگاؤ اور تعلق کی وجہ سے دیہات اور شہر والے ایک دوسرے کے یہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ شہر کے خوان تکلف پر دیہات والے سادگی سے یا تو نہیں نہیں کہتے ہیں یا پھر بمشکل راضی ہوتے تو وحشت کی وجہ سے ان کا دیہاتی پن ظاہر ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی موقع کے لیے شہریوں نے یہ ضرب المثل اپنے دیہاتی برادری والوں کے لیے وضع کی ہوگی۔ مگر اب دیہات والے بھی آپس میں ایک دوسرے کو کھانے کے وقت "نہیں نہیں" کہنے پر بھی استعمال کرتے ہیں۔

(۳۰) چیلڑ کے ڈر سے لنگوٹی پھینکیں۔ معلوم نہیں چیلڑ* کو اطراف دہلی میں کیا کہتے ہیں۔ جوں تو سر کے بالوں میں ہوتی ہے مگر یہ بدن کے کپڑوں میں

* شاید "چیچڑی" مراد ہے - اڈیٹر

گندگی کی وجہ سے ہوجاتی ہے اور جوں کی ہم شکل ہوتی ہے۔ یہ ایسے موقع پر کہتے ہیں کہ جب ایک شخص چھوٹے نقصان کے لیے بڑے فائدے سے منہ موڑے۔

(۳۱) لڑکے کی لنگوٹی گھڑی سر پر گھڑی پاؤں میں۔ "بندر کے ہاتھ میں ناریل" کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔

(۳۲) چور سے کہا چوری کر سادھ سے کہا جاگ کے سو۔ دو طرفہ لگانے والوں کی یہ تعریف بتائی گئی ہے۔

(۳۳) من چنگا کٹھوتی گنگا۔ کٹھوتی۔ مس یا پیتل کا ایک گہرا اور پھیلا ہوا برتن جس میں عموماً کپڑے وغیرہ دھوئے جاتے ہیں۔ یعنی جب دل خوش ہوتا ہے تو معمولی بات میں بھی شادمانی ہوتی ہے۔ کہاں گنگا کا وسیع پرفضا نظارہ اور کہاں صرف کٹھوتی بھر پانی مگر دل خوش اور مگن ہے تو اسی میں سارے جہان کی رنگینیاں سمٹ کے آجاتی ہیں۔

(۳۴) بے مارے توبہ۔

(۳۵) نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ کسی قضیے کے خاتمہ کے لیے بہتر ہے کہ اس کی جڑ ہی ختم کردی جائے۔

(۳۶) میاں جی کی ڈاڑھی واہ واہ۔ تھوڑی چیز ہو اور ہر شخص موقتاً ہی مانگے تو اس کے ختم ہوتے کتنی دیر لگتی ہے۔

(۳۷) سب کو بانٹیں ہم کو ڈانٹیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔

(۳۸) اسی بانس کی بانسری اسی بانس کا سوپ چنگیری۔ چنگیری۔ چھوٹی ڈلیا۔ مخالف جماعت کا کوئی فرد بھی ہو بہر حال اسی جماعت کا کہلائے گا۔ آپ سے کسی سے حجت بحث ہوجائے، فریق ثانی کے حمایتیوں میں سے کوئی آئے اور اسی کی سی کہنے لگے تو خواہ مخواہ آپ کو یہی مثل دوہرانی پڑے گی کہ کیوں نہیں طرفدار بنتا آخر "اسی بانس کی بانسری........"

(۳۹) ایک دھیا نچنی پاؤں میں پڑی بجنی۔ دھیا۔ لڑکی یا بیٹی، بجنی۔ گھونگرو

کی طرح جو نچے' نچنی - ناچنے والی - کوئی طبعاً ترش مزاج واقع ہوا ہو اس پر کسی نے اس کو چھیڑ دیا ہو' پھر کیا پوچھنا اللہ دے اور بندہ لے - آخر کریلا نیم چڑھ جائے تو کیا نتیجہ ہوگا -

(۴۰) نملے کی جورو سب کی بھوجائی - نملا - انتہائی سادہ لوح شخص - اب مفہوم واضح ہوجاتا ہے یعنی جو آیا اور اس نے ایک چٹکی لی -

(۴۱) کہو آم 'سنے املی

(۴۲) بیٹھا بنیا کیا کرے اس پلڑے سے اس پلڑا - آخر بیکاری بری بلا ہے -

(۴۳) اچھے آگے بیٹھیو کھیو بوایان برے سنگ بیٹھیو کٹھیو دونوں کان - بیٹھیو بیٹھوگے' کھیو - کھاؤگے' کٹیہو - کٹواؤگے یہ بڑی بوڑھیاں پند و نصائح کے موقع پر بولتی ہیں -

(۴۴) دوسرے کو نصیحت اپنے کو فضیحت -

(۴۵) نو کی لکڑی نوّے خرچ -

(۴۶) تین تیرہ ہونا - برباد ہوجانا -

(۴۷) آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے - شروع سے آخر تک سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہوں -

(۴۸) چاک پر گڑھ کے دیں - جب کوئی چیز نہ مل سکتی ہو مگر مانگنے والے کی طرف سے تقاضا شدید ہو تو ایسے موقع پر بھی مثل کہی جاتی ہے کہ نہیں ہے تو کیا چاک پر گڑھ کے دیں - عموماً مائیں اپنے بچوں کی ضد پر یہی کہتی ہیں -

(۴۹) بل خاک نہیں نام بریارخاں - بریار قوت بل والے - خاں صاحب ہونے کے لیے ضرورت ہے کہ آدمی تنومند اور قوی ہو مگر حالت برعکس ہو تو بھی مثل کہی جائے گی -

(۵۰) جورو نہ جاتہ خدا سے ناطہ - ٹھیک ہے فرش یا عرش -

(۵۱) آگے ناتھ نہ پیچھے پگھا جیسے لوٹے دھول میں گدھا - ناتھ تو وہ ہے

جو مویشیوں کے نتھنوں میں بندھا ہوتا ہے جس سے نکیل کا کام لیتے ہیں اور پگہا وہ ہے جو گلے میں باندھتے ہیں۔یہ ایسی حالت میں بولتے ہیں جب کوئی شخص ہر طرح کی سرپرستی سے محروم ہو۔

(۵۲) روئی بیٹی کرنا۔ تھکم فضیحتی کرنا اور گالی گلوچ کرنا۔

(۵۳) چھوٹا بڑا ہونا۔ میزبان کے گھر کے تمام لوگ مہمان کے خیرمقدم میں اس قدر بچھ جائیں کہ مہمان کو اس گھر کے بڑوں چھوٹوں میں پہنچ کر اپنے گھر کا دھوکہ ہوجائے۔ اسے ایسا معلوم ہو کہ اپنے ہی گھر کے چھوٹے بڑے رشتہ‌داروں میں ہے۔ عموماً مستورات بولتی ہیں۔

(۵۴) بڑھا جائے پر سٹکائے جائے۔ عمر کی ترقی کے ساتھ عموماً لوگ عقل کی زیادتی کی بھی توقع کرتے ہیں مگر کوئی اس کے برعکس ہو تو ایسے موقع پر بھی کہیں گے۔

(۵۵) بڑھے گھر کی بڑھی بلی۔ کسی گھر سے ناچاقی ہو تو ایسے موقع پر طنزاً ہر کس و ناکس کو جو وہاں سے تعلق رکھتا ہو اس کو بھی ان ہی خصوصیات کے ساتھ گردانا جاتا ہے۔ مستورات کا محاورہ ہے۔

(۵۶) نہ کوئی دوسنے کے لائق نہ کوئی سراہنے کے قابل۔ دوسنا۔ بُرا بتانا۔

(۵۷) کسی کی بات چلے کسی کی لات چلے۔

(۵۸) گھڑی ماشہ گھڑی تولہ۔ یہ ایسے شخص کے متعلق کہا جاتا ہے جو کسی ایک رائے پر قائم نہ رہتا ہو ابھی کچھ اور بعد میں کچھ۔

(۵۹) چٹ پٹ ہونا۔ جوانی کی حالت میں مرجانے کو چٹ پٹ ہوگیا کہتے ہیں یعنی زندگی کی کچھ بھی بہار نہ دیکھی، چند دن کی بھی مہلت نہ پائی اور رخصت ہوگئے۔

(٦٠) جی کھٹ پٹ کرنا۔ گھبراھٹ کی ایک ھلکی سی حالت کو کہتے ھیں یعنی مارے گھبراھٹ کے حواس باختہ بھی نہ ھورھے ھوں اور نہ بالکل جمعیت خاطر ھی میسر ھو۔ بلکہ کسی بات کی دل میں دھکدھکی ھو جی لگا ھوا ھو - عموماً عورتوں میں یہ رائج ھے۔

(٦١) سونے کا تول - کوئی حقیر سی چیز ھو مگر اس کو بھی باون تولہ پاؤ رتی کے حساب سے ناپ تول کے دیا جارھا ھو ایسے موقع پر طنزاً استعمال کرتے ھیں -

(٦٢) بے جلاھے عید۔ آج منچسٹر اور جاپان کے کپڑوں نے بے نیاز کردیا ھے مگر گزشتہ زمانے میں بغیر جلاھوں کے عید میں زرق برق پوشاک کہاں نصیب ۔ اس لیے اس زمانہ میں ان کی اھمیت ظاھر ھے۔ مگر اب ھر ایسی حالت میں جہاں اس موقع کا خاص شخص غائب ھو تو یہی بولتے ھیں مگر صرف مزاحاً استعمال کرتے ھیں اور اب تو مومن کانفرنس کی تجویزوں کے خوف سے اس کی بھی اجازت نہیں۔

(٦٣) جس کے ھاتھ میں ڈوئی اس کا سب کوئی۔

(٦٤) ھاتھ نہ مٹھی ھڑبڑا اٹھی۔ گانٹھ کے جو پورے ھوتے ھیں وہ سوچ سمجھ کے کسی معاملہ میں ھاتھ ڈالتے ھیں مگر ٹوٹ پونجیے نفع و نقصان سوچے بغیر کود پڑتے ھیں۔ ایسے ھی موقع پر اس کو استعمال کرتے ھیں - صرف مستورات میں رائج ھے۔

(٦٥) بنیا کہے دبں گے نہیں گہگی (گاھک) کہے پورا تول۔

(٦٦) لکڑی چھیلو چکنی، بات چھیلو روکھی۔ یعنی لکڑی کو جتنا بھی چھیلو صاف اور چکنی ھوتی جائےگی مگر برعکس اس کے بات ھے کہ جس قدر بات میں بات نکلے گی بدمزگی اور بے لطفی کا امکان اتنا ھی زیادہ ھوگا۔

(٦٧) جلاھے کی ماں والدہ ! جہاں تک مجھے علم ھے شریف رزیل کا سوال جتنی شدت کے ساتھ بدنصیبی سے صوبہ بہار کے دیہات میں ھے اتنا ہندستان میں کہیں نہیں اور اسلامی اصول مساوات کی جس بے دردی اور بے حرمتی کے ساتھ یہاں

دھجیاں خود "شرفائے عظام" نے اڑائی ہیں اس کی ایک مثال بھی کسی دوسری جگہ نہیں ملتی۔ لہذا ایسے حالات کے ماتحت ایسی ضرب المثل کا رواج پاجانا کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔ دوسری تاویل یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ مومن بھائی پہلے محض اہل پیشہ ہونے کے باعث ان پڑھ ہوتے تھے اور ایسی حالت میں ماں کو جب والدہ کہتے ہوں گے تو پڑھے لکھے اشخاص کو ہنسی آجاتی ہوگی کہ اللہ اللہ آپ بھی بھاڑ سی (فارسی) پڑھ کے تیل بیچنے لگے۔ جس معاشرت کی جھلک اس ضرب المثل سے عیاں ہے اس کا حشر آئندہ اشترا کی اور جمہوری ہندستان میں کیا ہوگا۔

(۶۸) بھوکے کے آگے روکھا کیا نیند کے آگے کھرھرا کیا۔ کھرھرا۔ کھرّا۔

(۶۹) آنکھ کی آنکھ گئی تین پھلے کا دام گیا۔ یورپ میں دام کو عموماً واحد ہی استعمال کرتے ہیں۔ نین پھلا آنکھ آجانے کی حالت میں دوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں مگر ایسی حالت میں کہ آنکھیں بجائے اچھی ہونے کے اور جاتی رہیں تو جسمانی نقصان کے ساتھ مالی نقصان کا بھی غم ہوگا۔

(۷۰) بھیک بھی نہ ملی ڈبری بھی ٹوٹی۔ ڈبری کاسہ کو کہتے ہیں۔ یہ ایسے موقع پر استعمال کرتے ہیں جب کسی سے امداد طلب کی جائے اور وہ بخشش و عنایت تو کجا الٹا قہر و غضب کا نشانہ بنائے۔

(۷۱) بھوکے مرے تو ستو سانے۔ یعنی جب نوبت تنگدستی کی ہو تو پھر خوان تکلف کا کہاں خیال بلکہ روکھی سوکھی روٹی اور باسی تباسی بھات (ابالے ہوئے چاول) کی خیر منانا پڑے۔

(۷۲) ہاتھ نہ گلے (گلے) پیاز کے ڈلے۔ عموماً تمام عورتیں زیوروں پر جان دیتی ہیں مگر دیہات میں تو اس کی انتہا ہوجاتی ہے وہاں تو "سونے والی" "روپا چاندی والی" مستقل اصطلاحیں ہیں جن سے ان کی "سوسائٹی" میں طبقہ واری تقسیم ہوتی ہے۔ اب بھلا خیال کیجیے کہ ایسی حالت میں کسی مانگ جلی کے ہاتھ گلے میں کچھ نہ ہو تو اس کو آخر پیاز کے ڈلے سے کیا بہتر سمجھا جائے گا۔

(۷۳) ہل نہ بیل پانچھ بھر اروا دیہات والے اس ضرب المثل کو ٹھیک ایسے موقع پر استعمال کریں گے جب کوئی طالب علم کھیلنے سے تو جی چراتا ہو مگر اس نے مختلف کھیلوں کے ضروری لوازمات فراہم کر رکھے ہوں۔ پانچھ۔ پورب میں اس سے مراد یہ ہے کہ بانس وغیرہ ایک بہت بڑی تعداد میں اکٹھا کر کے باندھ دیے گئے ہوں۔ یا آنیاں ایک ساتھ ملاکر باندھدی گئی ہوں۔ اروا۔ دیہات میں صرف اس ڈنڈے کو کہتے ہیں جو کسان بیلوں کو ہانکنے کی غرض سے رکھتے ہیں۔ عام ڈنڈوں اور اس میں فرق یہ بھی ہے کہ اس میں شام نہیں لگاتے بلکہ ایک سرے کو کچھ نوکدار بنوالیتے ہیں۔ جس سے بیلوں کو پیٹنے کے علاوہ اگر ضرورت سمجھی گئی تو چبھاتے بھی ہیں۔

(۷۴) لاڈلی نے لاڈ کیا انگلی کاٹ کے گھاؤ کیا۔ بڑی بوڑھی عورتیں بچوں کی ایسی شرارتوں پر جن سے خود ان ہی (بچوں کو) کو تکلیف پہنچی ہو دوھتھڑ کے علاوہ یہ مثل بھی بولتی ہیں۔

(۷۵) ہم چرائیں دلی ہم کو چرائے گھر کی بلی۔ جسے دلی شہر سے سند مل چکی ہو بھلا پھر وہ کس کو خاطر میں لاتا ہے۔ کیسا ہی کھاگھ ہو آخر گھر ہی کی بلی ہے۔ عموماً مستورات میں رائج ہے۔

(۷۶) ملے ماڑ نہیں کھوجے تاڑی۔ چاول جب ابالے جاتے ہیں تو پسانے کے بعد ہانڈی میں بھات رہ جاتا ہے اور اس کا عرق گاڑھا گاڑھا سفید رنگ کا دوسری ہانڈی میں گرجاتا ہے جو مویشیوں کو دیدیتے ہیں۔ اسی کو ماڑ کہتے ہیں۔ نیا کپڑا بھی جب تک ایک بار نہیں دھلتا اس کی ماڑی نہیں نکلتی۔ کھوج۔ کھوجنا مصدر ہے اب مطلب ظاہر ہے کہ ادنیٰ چیز یعنی ماڑ بھی میسر نہ ہو تو پھر تاڑی کہاں نصیب جو دیہات والوں کے لیے شراب ناب سے کم نہیں جس سے سرور حاصل کرنے کے لیے جیب ٹٹولنی اور گرہ کھولنی پڑتی ہے اور پھر چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں۔

(۷۷) چراغ میں بتی پڑی لاڈلی میری تخت چڑھی -

(۷۸) بکری لگائیے گھانس سے یاری تو کیا کھائیے بیچاری - اس مثل کو یوں سمجھیے کہ حکیم صاحب کے یہاں غریب مریض کھانستا، خون تھوکتا، گرتا پڑتا پہنچا - حکیم صاحب نے نبض دیکھی، غور کیا اور قلم دوات لے ایک گراں نسخہ لکھ مارا اور اشارہ سے عطارخانہ بتادیا - بے تکلف دوستوں نے اس کی غربت کو سوچ کر پناہ بخدا کہا - اب ایسے موقع پر حکیم صاحب اس مثل کے سوا اور کیا کہیں گے -

(۷۹) کِلّے کے بل کڑڑو امکے - کڑڑو - بھینس کا بچہ، امکنا - اچھلنا، کِلا - کھونٹا عام تجربہ ہے کہ جتنے ہی بڑے اور سربرآوردہ لوگوں کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے لوگ اتنا ہی زیادہ اچھلتے اور ناز کرتے ہیں - جس شخص کا رسوخ معمولی درجہ کے لوگوں سے ہوتا ہے وہ بھی اچھلتا ہے مگر مقابلتاً کم - اسی عام انسانی تجربہ کو دیہات والوں نے اپنی روزمرہ زندگی سے تعلق رکھنے والی چیزوں کے ذریعہ پیش کیا ہے - اگر کِلا زیادہ مضبوط ہے تو کڑڑو بے خوف و خطر کیوں نہ کودے، اکھڑنے کا ڈر تھوڑی ہے کہ احتیاط کی ضرورت ہو -

(۸۰) سیر سوئے پسیری سوئے چھٹنکی کے کھٹ پٹی لاگے - روزمرہ زندگی کا واقعہ ہے کہ کھانے کے وقت بچے بہت شور مچاتے ہیں- ان کا مطالبہ جوانوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے حالانکہ مقدار کے لحاظ سے جوانوں ادھیڑوں اور بوڑھوں سے کہیں کم کھاتے ہیں - مگر جب تک کھا ہی نہیں لیتے ادھم مچا کے سارے گھر کو سر پر لے لیتے ہیں - بھلا عاقلہ بوا کب باز آتی ہیں - ناسمجھوں سے بھی عقل کی باتیں کرجاتی ہیں کہ سیروں کھانے والے تو انتظار میں سوئے پڑے ہیں اور تم چھٹانک بھر کے کھانے والے ہو کہ سینہ سوار ہو - یہ ہر ایسے موقع پر بھی بولا جاتا ہے جب بڑے بڑے حصہ دار تو خاموش منہ تک رہے ہوں اور چھوٹے بالکوں نے مارے تقاضوں اور مطالبوں کے ناک میں دم کردیا ہو -

(۸۱) جس کے گھر میں بیر (پھل) اس کے گھر ہزار ڈھیلا - نسبتوں کے متعلق

تب کچھ ٹوک ٹاک ہوتی ہے تو فریقین میں پیام و پیغام آتے جاتے رہتے ہیں - کہیں
شارہ کنایہ میں انکار کا پہلو ظاہر ہوگیا، کہیں گول سی بات ہوکر رہ گئی، کہیں لگی
پٹی سی باقی رہ گئی کہیں پکی سگی ہوگئی اور بالآخر شربت نوشی کی شبھ گھڑی
پہنچی - یہ سب کچھ درپردہ ہورہا ہے مگر پوچھنے والوں کو یہی جواب ملتا ہے کہ
ہاں سنا نہیں ہے جس کے گھر میں بیر.........

(۸۲) تھالی گری پھوٹے یا نہ پھوٹے جھناک سے تو ہوا۔ یہ ایسے موقع پر بولتے
ہیں جب کسی نے سازش کی ہو اور اس میں کامیاب نہ ہوا ہو مگر فریق ثانی کو اس ناکام
سازش کا علم ہوگیا ہو - یعنی اس شخص کا مقصد پورا نہ ہونے کے باوجود اس کی سازش
سے اس کے عندیہ کا پتہ چل جائے - یعنی یہ تو اتفاق ہے کہ تھالی نہیں پھوٹی مگر اس
کے جھناک سے ہونے نے تو یہ صاف بتلا دیا کہ تھالی یقینی گری ہے - نتیجہ نہیں بھی
پیش آسکا ہو مگر مجرم کا جرم تو ثابت ہوگیا -

(۸۳) بر اور باسی منہ - بر- دولھا میاں یا داماد- یوں تو شہروں میں بھی داماد
صاحبان کی کافی آؤ بھگت ہوتی ہے اور ہر لحظہ اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ کہیں
آپ کے مزاج اور طبیعت کے خلاف کوئی ایسی بات نہ سرزد ہوجائے جو بدمزگی کا
باعث ہو- مگر دیہات میں آپ کی آن بان نہ پوچھیے- سسرال میں ہر کہ ومہ ہے کہ نازبرداری
کا پیکر بنا ہوا ہے - اشاروں پر چلنے اور انگلیوں پر ناچنے کا سماں بندھا رہتا ہے-
تھوڑی دور پیدل چلے اور سب کی ناک کٹ گئی - خود کنوئیں سے پانی نکالا اور
تمام ٹھڑی ٹھڑی ہوگئی - غرض یہ اہمیت ہوتی ہے - ایسی حالت میں بھلا دماغ میں
یہ تصور آبھی سکتا ہے کہ بر اور باسی منہ -

(۸۴) سچ کہے تو مارا جائے جھوٹ کہے تو جگ بتیائے (یقین کرے) - اس
زمانہ میں تو اس کی وضاحت بیکار ہے -

(۸۵) اُگلے چین نہ نگلے چین - گویم مشکل نہ گویم مشکل والا مضمون ہوجائے-

(۸٦) جس کے گھر میں گیہوں سوکھے اس کو پینچہ کون نہ دے - پینچہ -

ایسے لین دین کو کہتے ھیں کہ لیا اور تھوڑی دیر میں واپس کردیا۔ اناج لیا اناج ھی دیا۔ عام تجربہ ھے کہ جب تک اپنی ساکھ نہ قائم کرلیجیے کوئی ٹکے سیر بھی نہیں پوچھتا۔ بےبھرم کو کوئی آنکھ اٹھا کے دیکھنے کا بھی روادار نہیں چہ جائیکہ اس کو اتنا قابل اعتبار سمجھا جائے کہ قرض دیا جائے۔ اس مثل میں بھی وھی بات بیان کی گئی ھے کہ کوئی قرض دیتا ھے تو پہلے دیکھ لیتا ھے کہ اسامی کیسا ھے۔ وصولی ممکن ھے بھی یا دیا ھوا بھی ڈوب جائےگا اور جب یہ بات ھے تو پھر اس کو پینچہ کون نہ دے جس کے گھر......

(۸۷) رانڑ روئے' کنواری روئے' بیچ بیٹھ سات بھتاری روئے۔ رانڑ=رانڈ بھتار=شوھر' سات بھتاری=جس کے سات خصم ھوں۔

مطلب یہ ھے کہ اگر ایسے لوگ روئیں جن کو خدا نے رونے کے قابل بنادیا تو کوئی بیجا اور بےمحل بات نہیں مگر ایسے جن کو دکھ درد کی ھوا لگنے کی بھی بظاھر کوئی وجہ نہ معلوم ھوتی ھو اور وہ ٹسوئیں بہائیں تو ایسے نخرے پر دوسروں کے بدن میں آگ ھی لگےگی یا اور کچھ ھوگا۔ یعنی اگر بیوہ رو رھی ھے تو رانڈ کا 'دھکڑا کیسا کٹھن ھے کون نہیں جانتا۔ یا اگر کنواری ھے اور ھلکی ھلکی آھیں بھر رھی ھے تو یقین آسکتا ھے کہ شدت انتظار آخر کڑی منزل ھے۔ مگر کسی ایسی کا رونا جس کی مانگ تاروں بھری رات کی طرح سہاگ بھری ھو تو 'سن کے جلے دل سے "سات بھتاری" کے سوا اور کیا نکلےگا۔

(۸۸) جیسا گوشت ویسا شوربا۔

(۸۹) جیسا منہ ویسا طمانچہ۔

(۹۰) تلے کھیھو گلے جیہو۔ تلے - تلا ھوا' کھیہو - کھاؤگے ' گلے - گلنا' جیہو - جاؤگے - بعض والدین کو ھوکا ھوتا ھے کہ نورچشم کے چہرے پر سرخی دوڑے' بدن بھرے' ڈنڈ گول ھوں اور اس خیال سے ھروقت صاحبزادے کو روغن

میں ڈوبائے رکھتے ہیں مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلتا بلکہ اس کے خلاف ہی ہوتا ہے۔ ایسے ہی بزرگوار اپنی تمام ریاضت اور محنت کو بےنتیجہ دیکھتے ہوئے اگر غصہ سے کھول اٹھیں اور " تلّے کھبھو کلے جیہو " کہدیں تو کیا ہے بلکہ سچ پوچھیے تو اس سے زیادہ کہنے کا حق رکھتے ہیں۔

(۹۱) سب گُڑ مٹی ہوا۔

(۹۲) گھی کہاں گرا کھچڑی میں۔

(۹۳) گوئٹھے میں گھی سکھانا۔ گوئٹھے۔ اوپلے یا کنڈے۔ فرض کیجیے کسی کوڑھ مغزے سے آپ کا پالا پڑگیا ہو۔ آپ بات سمجھانے پر تلے ہوں اور وہ نہیں سمجھنے کی ضد پر قائم ہو تو پھر آپ ہی کو ناچار ہتیار ڈال دینا پڑےگا اور ماننا پڑےگا کہ اوپلے میں ہزار گھی سکھائیے اوپلا ہی رہےگا بلکہ کچھ دیر کے بعد گھی کے صرف بیجا پر آپ کو ندامت بھی ہوگی۔

(۹۴) گوبر میں پدم۔ بالکل اسی طرح بولتے ہیں جیسے گدڑی میں لعل۔

(۹۵) ناک پر غصہ اگلے منہ گالی۔

(۹۶) تھوک میں ستّو ساندنا۔ یعنی بخالت کی انتہائی حالت پر پہنچ جانا اور بخالت کی شدّت کی وجہ سے ایسے حرکات کرنا کہ بظاہر مخبوط الحواس کے سوا اور کسی کی عقل میں نہ آئے۔ ایک تو حاتم کی قبر پر یوں لات ماری کہ ستّو سے نوازنے کی آمادگی ظاہر کی اس پر قارون کا خزانہ یوں لے ڈوبے کہ پانی کا خرچ کرنا بھی گراں معلوم ہوا اور تھوک پر اکتفا کرنا چاہا۔

(۹۷) مرغی پر توپ چھوڑنا۔ چھوٹی سی بات جو رفع دفع ہوسکتی تھی اس کو بنائے فساد بناکر ایک زبردست ہنگامہ برپا کردینا۔

(۹۸) چروئی اودھیاوے اپنا منہ جھونساوے۔ جروئی۔ گھڑے کی شکل کا ایک مٹی کا بڑا برتن جس میں دیہات میں عموماً چاول ابالتے ہیں۔ اودھیانا۔ ہانڈی میں کچھ پک رہا ہو، تیز آنچ کی وجہ سے ہانڈی کے اندر کی چیز اُبل کر اوپر

آجائے اور اس کی گردن کے چاروں طرف لگ جائے۔ جھونسانا۔ کسی گندی یا سیاہ چیز کا منہ میں چپڑنا۔ اس کا مفہوم ذیل کے شعر سے بالکل صاف ہوجاتا ہے :-

لگے منہ بھی چڑھانے دیتے دیتے گالیاں صاحب
زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دھن بگڑا

یعنی اگر ھانڈی آپے سے باھر ھوئی اور حالت غیظ و غضب میں کھولنے لگی تو دوسروں کا کیا بگڑا۔ پہلے کتنی چکنی چکنی، سہانی سہانی سی تھی اور اب خود اپنا منہ چپوت کے چہرہ بگاڑ لیا۔ یعنی جو دوسروں کو برا کہتا ھے گویا خود کو برا بناتا ھے۔

(۹۹) تھوک پر تلوار چلانا۔ یعنی مرغی پر توپ چھوڑنا۔

(۱۰۰) کدو پر ستوا چوکھا۔ ستوا۔ برتن باسن مانجھنے کے وقت کھرچنے کے لیے کسی سخت چیز کا ٹکڑا استعمال کرتے ھیں۔ اس کو ستوا کہتے ھیں۔ ایک کمزور اور لاغر شخص پر ستم ڈھانے اور مظالم توڑنے کے لیے کوئی ضروری نہیں کہ ایک نہایت ھی پیل تن رستم دوراں شخص ھی ھو بلکہ اس پر سکہ جمانے کے لیے معمولی کس بل کا آدمی بھی بہت ھے۔ مثلاً کدُّو کو لیجیے، کیا اس کے پرخچے اڑانے کے لیے دودھاری تلواروں اور جوشن شکاف شمشیروں کی ضرورت ھے؟ اس کو ریزہ ریزہ کرنے کے لیے ایک حقیر ستوا بھی کافی ھے۔ روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی گھریلو باتوں میں کیسے دانشبن اور موہ لینے والے انداز کے ساتھ نسلوں اور انسانوں کے تجربے بیان کیے گئے ھیں۔

(۱۰۱) بیل موٹا وے دماھی آدمی موٹا وے گواھی۔ موٹا وے :-

اشتقاقی صلاحیت کے اعتبار سے مشرقی ھندی کو مغربی ھندی پر فوقیت حاصل ھے۔ پورب میں ھم بے کھٹکے اسم کو مصدر بنا لیتے ھیں (قبولنا، بخشنا، فرمانا اور تجویزنا کے علاوہ مثلاً

صابن سے صبنانا (صابن سے دھونا)۔

کفن سے کفنانا ۔

دفن " دفنانا ۔

تہہ " تہیانا (تہہ لگانا) تہہ + یانا

وصول " وصولنا ۔

دبلا " دبلانا ۔

موٹا " موٹانا ۔

آدھا " ادھیانا ۔ ادھ + یانا ۔

بات " بتیانا ۔

خول " خولیانا (اندر ھی اندر کاٹ کے خول بنانا)

دق " دقیانا دق + یانا

چربی " چربیانا چر + بیانا

چکنا " چکنانا

غصہ " غصانا ۔

آنکھ " انکھیانا ۔

ناک " نکیانا ۔

کول " کولیانا ۔ کول + یانا

تلاش " تلاشنا ۔ وغیرہ

یورپ کے مستقل قیام نے جہاں اہل اردو سے ان کی عزیز زبان کی بہت سی خصوصیات چھین لیں اور ان کو قہراً اور مجبوراً چھوڑنی پڑیں وہاں اس نے کچھ داد و دھش اور عنایت و بخشش سے بھی کام لیا۔ مندرجہ بالا لسانی دولت ان فیاضیوں میں سے ایک ھے۔ خیر اسے یہیں چھوڑیے ۔

دماھی۔ یہ کسانوں کی زراعتی اصطلاح ھے۔ اناج کو جب ان کی بالیوں اور خوشوں سے الگ کرنا ھوتا ھے تو چھ سات بیلوں کو ایک ساتھ ناتھ کے ایک مضبوط

کھونٹے میں باندھتے ہیں، اور اس کھونٹے (جس کو کسانوں کی اصطلاح میں سانڑ ۔ سانڈ کہتے ہیں) کی چاروں طرف بالیوں اور خوشوں کو خس و خاشاک سمیت پھیلادیتے ہیں ۔ کسان اروّا (ہانکنے کی لاٹھی) لیے کولھو کے بیل کی طرح ان کو چکر کھلاتا رہتا ہے اور ان کے سخت کھروں کی وجہ سے اناج خوشوں، بالیوں اور پھلیوں میں سے جھڑ جھڑ کے الگ ہوجاتا ہے تا آنکہ صاف کرنے کے بعد خس و خاشاک کا ایک الگ بڑا سا ڈھیر ہوجاتا ہے اور دوسری طرف اناج کی ایک چھوٹی سی ڈھیری لگ جاتی ہے ۔ اسی عمل کو دماھی کہتے ہیں ۔

کسانوں کا قول ہے کہ میرا ٹوٹا بیل دماھی میں ہرا ہوجاتا ہے ۔ کیونکہ بیل اپنی روایتی سست رفتاری کا یہاں پر پورا ثبوت پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی اناج بھرا چارہ بھی ان کے قدموں کے نیچے ہوتا ہے ۔ ہولے ہولے دھیمی دھیمی چال سے چل بھی رہے ہیں اور ترنگ آئی تو ذرا سی گردن جھکالی اور ہبک کر اتنا منہ میں ڈال لیا کہ پورے ایک چکر کے لیے زاد راہ ہوگیا ۔ اور خیال فرمائیے کہ یہ فرصت عیش دماھی کی پوری مدت تک رہتی ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں گوشت پوست پر کیونکر اثر نہ پڑے گا، جھریاں کیوں نہ مٹیں گی اور فربھی کیسے نہیں بھلی اور سلونی معلوم ہوگی ۔

یہ نہیں کہ بیلوں کے لیے تو دماھی کے یہ مزے ہوں اور حضرت انسان اس سے محروم رکھے گئے ہوں ۔ جی نہیں ! یہاں بھی مقدمہ بازوں کے طفیل میں گواھی کا ایک زمانہ آتا ہے اور نہ پوچھیے اس نشاط آفریں زمانہ میں کیا کیا نازبرداریاں ہوتی ہیں، کہاں کہاں سے آسمان سے تارے توڑ لائے جاتے ہیں ۔ جب تک خدا خدا کرکے جرح، بحث، گواہ شاھد کا قضیہ ختم نہ ہولے پینگ بڑھتے ہی جاتے ہیں ۔ ایک طرف مطالبے اور تقاضے ہیں دوسری طرف تسلیم و رضا پر گردن جھکی ہے ۔ جب یہ حال ہو تو اس زمانہ میں گواھوں کا حال یقیناً ان بیلوں کا سا ہی ہوگا ۔

(۱۰۲) بارو گھر ہے؟ بارو = ضلع مونگیر میں سادات کی ایک مشہور و معروف بستی ہے۔ جس طرح صوبہ اودھ میں کرسی اور صوبہ آگرہ میں شکارپور کی خاک پاک کی توصیف و تعریف کی گئی ہے، صوبہ بہار میں بالکل اسی طرح بلکہ کچھ زیادہ ہی خشوع و خضوع کے ساتھ خطہ پاک بارو کی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔ چنانچہ اب ہر ایسے موقع پر جہاں کسی "خود اعتماد" شخص کو تو اپنی حرکت (اپنے خیال میں) فرزانہ ہی معلوم ہو رہی ہو مگر اغیار کینہ خو اس پر حماقت ہی کا الزام لگا رہے ہوں تو استفسارانہ انداز میں (شبہ مٹانے کے خیال سے) ان سے پوچھا جائے گا کہ حضور کا گھر (دولت خانہ) بارو تو نہیں ہے؟

(۱۰۳) میاں کو مونچھ نہیں نوکر کو پٹہ۔ بزرگوں کی زبانی یہ نقل سنی ہوگی —— کہ حفظ مراتب نہ کنی زندیقی —— اب فرمائیے ایسے بدلحاظ نوکر کے متعلق آپ اس کے سوا اور کیا حکم لگائیں گے جو خود تو وردی پہنے، پگڑی لگائے اور پٹہ چمکائے، کیل کانٹے سے درست تمکنت کے ساتھ چہل قدمی کر رہا ہو مگر اسی مرتبہ ناشناس کے آقا ہوں کہ بیچارے کھڑی مونچھوں کو بھی ترس رہے ہوں اور کونوں میں منہ چھپائے پھرتے ہوں کہ کہیں ہم چشم آوازے نہ کسیں کہ واہ کیسے میاں میرزا!

اس کا استعمال ہر ایسے موقع پر کیا جاتا ہے جب لوگ حقوق کے مطالبہ میں حفظ مراتب کا خیال نہیں رکھتے۔

(۱۰۴) گھی مسالہ کام کرے بڑی بہو کا نام۔ محلے ٹولے میں ایک نہ ایک بڑی بہو ضرور ہوتی ہیں جس کے ہاتھ کی ہانڈی مشہور ہوتی ہے۔ گھر گھر میں شہرہ ہے کہ ان کا ہاتھ بڑا صاف ہے، زردہ کی دیگچی گویا پھول کی طرح اترتی ہے، چناں اور چنیں۔ جب سلیقہ اور ہنر کی ہر طرف سے داد مل رہی ہو اور ان میں کوئی بی، بی حقیقت بیں ہونے کے ساتھ زباں دراز بھی ہوئیں تو پھر زبان پر آئی کہاں رکتی ہے کہہ ہی دیں گی کہ ہاں سگھڑ بی کے صدقے! گھی مسالہ······ مستورات میں رائج ہے۔

(۱۰۵) لڑے سپاہی نام حوالدار کا ۔ مندرجہ بالا مثال کی جگہ کبھی کبھی اسے بھی نوازتے ہیں۔

(۱۰۶) پیٹ کرے کُہہ کُہہ جُوڑا کرے مہہ مہہ۔ کُہہ کُہہ=جب بھوک سے پیٹ میں انتڑیاں کانٹوں کی طرح گڑ رہی ہوں۔ مہہ مہہ=خوشبو اور مہک سے تمام ماحول معطر اور معنبر ہو رہا ہو۔ ایسی عورتیں جو صحت ' تندرستی اور خوراک سے بالکل بے پروا ہوں' باورچی خانہ کی طرف بھولے سے بھی نہ جھانکتی ہوں' ہر وقت بناؤ سنگار اور مانگ پٹی کی دھن میں آئینہ خانہ کی گڑیا بنی ہوئی ہوں تو ان کو یہی کہا جائے گا۔ عموماً مستورات بولتی ہیں۔

(۱۰۷) شوق میں چور فکر میں بکنی۔ بکنی=سفوف ۔ آمدنی کے وسائل کم اور دل میں ارمان و شوق کا ہجوم ہو تو آخر نتیجہ یہی ہوگا کہ دل کی دل ہی میں رہے گی اور نامرادی اور مایوسی کی وجہ سے گھلنا ہی پڑے گا۔

(۱۰۸) گائے نہ ہو تو بیل دوھیں؟۔ ایک طرف مجبوریوں پر مجبوریاں بتلائی جارہی ہوں ' دقتیں اور دشواریاں سمجھائی جارہی ہوں' دوسری طرف تقاضہ والے گردن پر سوار ہوں اور تل گئے ہوں کہ بغیر وصول لیے ہٹنے کے نہیں۔ حیلے حوالے ' تدبیریں اور صورتیں جب سب کی سب بیکار ثابت ہوجائیں گی تو پھر فریق اول بدن جھاڑ کے الگ کھڑا ہوجائے گا اور صاف یہی مثل کہے گا۔

(۱۰۹) آپ میاں مانگتے دروازہ کھڑا درویش۔ اول خویش بعدہ درویش۔ سارے زمانے کا اسی پر عمل ہے۔ اور جب اپنی ہی پگڑی نہیں سنبھلتی تو پھر گرتوں کو کون سنبھالے۔

(۱۱۰) لبنی بھر دھان میں موسہڑ اوبلاوے۔ لبنی=مٹی کی ایک چھوٹی سی ٹھلیا کی طرح ایک برتن ہے جس میں تاڑ کے درخت سے تاڑی نکالی جاتی ہے۔

موسہڑ=صوبہ بہار کے دیہاتوں میں ایک انتہائی غربت زدہ اور پست طبقہ ہے جس کی حالت جنگلوں اور غاروں میں رہنے والے وحشی انسانوں سے کچھ ہی بہتر ہوتی ہے اس لیے کہ وحشیوں پر تو متمدن اور مہذب انسانوں کی پرچھائیں ہو

شکل ھی سے پڑتی ھے مگر یہ بدنصیب لوگ ان ھی مہذب اور متمدن انسانوں کی غلامی کے لیے انسان‌نما جانور کی حیثیت سے دیہاتوں میں آباد ھیں۔

اوبلاوے=بپرے۔ چھوٹی اوقات کے آدمیوں کی نظر کہاں سے وسیع ھو، جس دل میں مفلسی اور بے زری کا مدتوں اور صدیوں سے بسیرا ھو اس میں اتنی کہاں سمائی کہ معمولی خوشی کو معمولی اور بڑی خوشی کو بڑی خوشی سمجھ کے حسب حال خوشی منائے۔ جب اس کا خالی گھر بھائیں بھائیں کررھا تھا تو جی نڈھال تھا دل ڈوبا ھوا تھا اور جب ذرا سی آس بندھی، لبنی بھر بھی دھان میسر نہ آئے تو پھر کیا غم ھے؟ گھر کاھیکو بھنڈار ھے۔ غرور سے گردن اٹھ گئی۔ موقع پر سینہ تان کے تن گئے۔ اس کا محل استعمال یہ ھے کہ گرے ھوئے آدمیوں کی جب ذرا سی بھی حالت بہتر ھوجاتی ھے تو اس کو نخوت اور غرور کے عالم میں ساری دنیا بازیچۂ اطفال نظر آنے لگتی ھے ان کے اس اچھلنے کو اسی طرح بیان کرتے ھیں۔

(۱۱۱) جو منہ پان کھلاوے وھی منہ لات کھلاوے۔

(۱۱۲) ٹانگ اڑانا۔ دخل در معقولات دینا۔

(۱۱۳) اچھلے بیل نہیں، اچھلے تنگی۔ تنگی=بیلوں پر سامان لادنے کے لیے تنگی استعمال کرتے ھیں جس میں آسانی کے ساتھ کافی سامان آجاتا ھے۔

یہ مثل بالکل ایسی حالت میں کہتے ھیں جب تعلیم یافتہ اشخاص "مدعی سست گواہ چست" کہتے ھیں۔

مطلب یہ ھے کہ بیل تو بیچارہ کھڑا سامان لدائے چلا جارھا ھے، سامان کم ھے تو خاموش یا کھر کررھا ھے اور زیادہ ھے تو قانع ھے۔ اگر سامان کی کمی یا زیادتی پر یہ کچھ بھڑکے یا بدکے تو جائز ھے کہ آخر باربرداری اسے ھی کرنا ھے مگر اس وقت آپ کی حیرت کی انتہا نہ ھوگی جب آپ دیکھیں گے کہ بیل کی بجائے تنگی ھی اچھل رھی ھو۔

(سامان بے قاعدہ رکھنے کی وجہ سے عموماً راستے میں تنگی اچھل اچھل کے بیل